قواعد فقہیہ کی تعریف و تعارف

علامہ ابو العرفان محمد انور مگھالوی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

القاعدۃ۔ لغوی تعریف:

"اَلْقَاعِدَۃُ الْاَسَاسُ فَقَوَاعِدُ الْبَیْتِ اَسَاسُہٗ"

قاعدہ کا لغوی معنی اساس (بنیاد) ہے اور قواعد البیت سے مراد گھر کی بنیادیں ہیں۔

اصطلاحی تعریف:

"اَلْاَمْرُ الْکُلِّیُّ الَّذِیْ یَنْطَبِقُ عَلَیْہِ جُزْئِیَاتٌ یُفْھَمُ اَحْکَامُھَا مِنْھَا"

(الاشباہ والنظائر، تاج الدین سبکی)

(قاعدہ سے مراد وہ کلی امر ہے جس پر جزئیات منطبق ہوتی ہوں اور ان جزئیات کے احکام اس سے سمجھے جاتے ہوں)۔

"حُکْمٌ کُلِّیٌّ یَنْطَبِقُ عَلٰی جَمِیْعِ جُزْئِیَاتِہٖ لِتُتَعَرَّفَ اَحْکَامُھَا مِنْہُ"

(مختصر قواعد العلائی، ابن خطیب الدہشۃ)

(ایسا کلی حکم جو اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہوتا ہے تاکہ ان کے احکام اس سے پہچانیں جائیں)۔

مذکورہ تعریف ایسے قاعدہ کی ہے جس کا مدلول عام ہو اور کسی فن سے مختص نہ ہو۔

القاعدہ فقہیہ کی تعریف:

"حُکْمٌ اَغْلَبِیٌّ یُتَعَرَّفُ مِنْہُ حُکْمُ الْجُزْئِیَاتِ الْفِقْھِیَّۃِ مُبَاشِرَۃً"

(القواعد ۱۰۷، ابو عبد اللہ محمد بن احمد المقری)

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

(قاعدہ فقہیہ سے مراد وہ اغلبی حکم ہے جس سے جزئیات فقہیہ کے احکام بلاواسطہ پہچانے جاتے ہیں)۔

قاعدہ اور ضابطہ میں تعلق:

قاعدہ اور ضابطہ اس اعتبار سے مترادف ہیں کہ ہر دو کے تحت فقہی احکام درج ہوتے ہیں مگر اس کے باوجود فقہاء نے ان میں بایں طور دقیق سا فرق بیان کیا ہے کہ قاعدہ عام ہوتا ہے اور اس کے تحت مختلف ابواب کی فروعات درج ہوتی ہیں۔ مثلاً قاعدہ ہے **الیقین لا یزول بالشک** (یقین شک سے زائل نہیں ہوتا) اس کا استعمال فقہ کے متعدد ابواب میں ہوتا ہے۔ مثلاً طہارۃ، صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج، نکاح اور طلاق وغیرہ۔

جبکہ اس کے مقابلہ میں ضابطہ خاص ہے اس کے تحت صرف ایک باب کی فروعات درج ہوتی ہیں جیسے "**عِنْدَ الْمَالِكِيَّةِ "كُلُّ مَا يُعْتَبَرُ فِيْ سَجُوْدِ الصَّلٰوةِ يُعْتَبَرُ فِيْ سَجُوْدِ التِّلاَوَةِ**". (ہر وہ جس کا سجدہ نماز میں اعتبار کیا جاتا ہے اسی کا سجدہ تلاوت میں عتبار کیا جائے گا)۔ یہ صرف باب الصلوٰۃ کے ساتھ خاص ہے اس سے معلوم ہوا کہ قاعدہ اور ضابطہ میں نسبت عموم وخصوص مطلق کی پائی جاتی ہے۔

القاعدہ اور نظریہ فقہیہ میں فرق:

> "**النظرية الفقهية هي القاعدة الكبرى التي موضوعها كلي تحته موضوعات متشابهة في الاركان والشروط والاحكام العامة**"(القواعد)
>
> (نظریہ فقہیہ سے مراد وہ بڑا قاعدہ ہے جس کا موضوع کلی ہو۔ جس کے تحت بہت سے موضوعات ہوں جو ارکان، شروط اور احکام عامہ میں باہم مشابہ ہوں)

جیسے نظریہ عقد اور نظریہ بطلان مذکورہ تعریف میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نظریہ فقہیہ دو اعتبار سے قاعدہ فقہیہ سے مختلف ہے۔

۱۔ قاعدہ فقہیہ بذاتِ خود حکم فقہی پر دلالت کرتا ہے اور بعد ازاں یہ حکم اپنے تحت آنے والی تمام فروعات کو شامل ہو جاتا ہے۔ جیسے قاعدہ ہے۔ **الیقین لا یزول بالشک** اس قاعدۃ سے

ثابت شدہ حکم فقہی کا اطلاق ان تمام مسائل پر ہوتا ہے جن میں یقین اور شک باہم متعارض ہوں۔ جبکہ اس کے برعکس نظریہ فقہیہ بذاتِ خود کسی حکم فقہی کو متضمن نہیں ہوتا ہے جیسے نظریہ ملک، نظریہ نسخ اور نظریہ بطلان وغیرہ۔

۲۔ قاعدہ فقہیہ شرائط وارکان پر مشتمل نہیں ہوتا جبکہ نظریہ فقہیہ کے لئے ان کا وجود ضروری ہے۔

قواعد فقہیہ کی اقسام:

قواعد فقہیہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) قواعد متفقہ۔ (۲) قواعد مختلفہ۔

(۱) قواعد متفقہ:

ان سے مراد ایسے قواعد ہیں جن میں صیغہ استفہام مذکور نہ ہو اور ان پر مذاہب اربعہ یا ایک مذہب کے تمام محققین کا اتفاق ہو۔ اگرچہ بعض قواعد کے تحت بیان ہونے والے مسائل میں آئمہ کے مابین اختلاف موجود ہو۔ جیسے "اَلْاُمُوْرُ بِمَقَاصِدِهَا" "اَلْيَقِيْنُ لَا يَزُوْلُ بِالشَّكِّ" "اِعْمَالُ الْكَلَامِ اَوْلٰى مِنْ اِهْمَالِهٖ" قواعد متفقہ میں سے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی نے "القواعد الکلیۃ" ابو سعید الخادمی نے "مجامع الحقائق" اور ابن الھادی نے "مغنی ذوالافہام" میں اس نوع کے قواعد تحریر کئے ہیں۔

(۲) قاعد مختلفہ:

ان سے مراد ایسے قواعد ہیں جن میں صیغہ استفہام یا ایسا قرینہ مذکور ہو جو ائمہ اربعہ یا ایک مذہب کے محققین کے مابین ان کے مختلف فیہا ہونے کی دلیل ہو اور پھر ان کے تحت بیان ہونے والے مسائل فرعیہ میں اختلاف ظاہر ہو مثلاً "هَلِ الْعِبْرَةُ بِصِيَغِ الْعُقُوْدِ اَوْ مَعَانِيْهَا" "هَلِ الْعِبْرَةُ بِالْحَالِ اَوِ الْمَالِ" "اَلنَّادِرُ هَلْ يَلْحَقُ بِجِنْسِهٖ اَوْ بِنَفْسِهٖ"۔

یہ اور اس طرح کے قواعد، قواعد مختلفہ میں سے ہیں اس نوع کے قواعد کتب فقہ میں کثیر پائے جاتے ہیں اور کسی بھی مسئلہ میں اختلاف کے اسباب بیان کرتے وقت اکثر فقہاء کی زبان پر استعمال ہوتے ہیں۔ ابن رشد نے "بدایۃ المجتھد" اور ابن الحاجب نے "المختصر الفقھی" میں اس نوع سے متعلق قواعد لکھیں ہیں۔

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

قواعد فقہیہ کی اہمیت:

قواعد فقہیہ کی اہمیت محتاج بیان نہیں ان کے کثیر فوائد ہیں، جو ان کی اہمیت کی روشن دلیل ہیں ان میں سے چند فوائد درج ہیں۔

"تَکْوِیْنُ الْمَلْکَةِ الْفِقْھِیَّةِ لَدَی الْبَاحِثِ" بحث کرنے والے میں فقہی ملکہ کا پیدا ہو جانا ہی ان کا سب سے اعلیٰ اور عظیم فائدہ ہے جس کی بناء پر انسان کثیر فقہی مسائل میں حکم شرعی تلاش کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

"جَمْعُ الْفُرُوْعِ وَالْجُزْئِیَاتِ الْمُتَنَاثِرَةِ" دوسرا فائدہ یہ ہے کہ فقہی مسائل کی وہ فروعات و جزئیات جو متعدد کتب اور مختلف ابواب میں بکھری ہوتی ہیں اور انہیں جمع کرنے کے لئے انتھک کاوش کی ضرورت ہوتی ہے اور پھر از بر رکھنا انتہائی مشکل ہوتا ہے، ان قواعد کے ذریعہ وہ آسانی سے ذہن نشین ہو جاتی ہیں اور پھر ذہن میں اس طرح ثابت رہتی ہیں کہ بوقت ضرورت قاعدہ کی مدد سے ان کا استعمال آسان ہو جاتا ہے۔

۳۔ "اِدْرَاکُ مَقَاصِدِ الشَّرِیْعَةِ وَاَسْرَارِھَا" ان قواعد کے ذریعہ مقاصد شریعت اور اس کے اسرار و رموز کا ادراک ہوتا ہے یعنی ان قواعد کے ضمن میں بیان ہونے والی جزئیات صراحۃً مقصد شریعت کی طرف رہنمائی کرتی ہیں جیسا کہ یہ قاعدہ ہے "الضرر یزال" تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرر کا خاتمہ مقاصد شریعت میں سے ایک عظیم مقصد ہے۔

قواعد فقہیہ کے ماخذ:

قواعد فقہیہ کے کے متعدد ماخذ ہیں۔ مثلاً کبھی قاعدہ فقہیہ کتاب اللہ کی نص سے ماخوذ ہوتا ہے جیسا کہ قاعدہ ہے۔ "المشقۃ تجلب التیسیر" (مشقت آسانی لاتی ہے) تو اس کا مآخذ یہ ارشاد خداوندی ہے۔

"ان مع العسر یسرا" (والانشراح:۶) (بیشک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے)۔

کبھی قاعدہ فقہیہ کی اصل حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہوتی ہے جیسے قاعدہ ہے۔ "اَلْاُمُوْرُ بِمَقَاصِدِھَا" اس کا مآخذ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا یہ ارشاد گرامی ہے۔ "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" اسی طرح "اَلْیَقِیْنُ لَا یَزُوْلُ بِالشَّکِّ" اس حدیث طیبہ سے مستنبط ہے

"اِذَا وَجَدَ اَحَدُكُمْ فِىْ بَطْنِهٖ شَيْئًا فَاَشْكَلَ اُخْرِجَ مِنْهُ شَىْءٌ اَوْلاَ فَلاَ يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ يَجِدَرِيْحًا."

(مسلم شریف) (النظریات العامہ للمعاملات فی الشریعہ الاسلامیہ،۴۴)

(جب تم میں سے کوئی اپنے پیٹ میں کوئی شی ء پائے اور یہ اشتباہ ہو کہ کیا پیٹ سے کوئی شئی خارج ہوئی یا نہیں؟ تو وہ مسجد سے نہیں نکلے گا یہاں تک کہ وہ آواز سنے یا بو پالے)۔

اور کبھی ان قواعد کا ماخذ ایسے فقہی مسائل کا مجموعہ ہوتا ہے جو کسی قرینہ کی بناء پر جمع ہوں، جیسے قاعدہ ہے:

"يُغْتَفَرُ فِى الْبَقَاءِ مَالاَ يُغْتَفَرُ فِى الْاِبْتِدَاءِ" (القواعد الفقہیہ،۵۴،عبدالوہاب ابوسلیمان)

حجیتِ قواعد:

ایسے قواعد فقہیہ جن کا ماخذ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ہیں، ان سے استدلال کرنا اور انہیں بطور حجیت پیش کرنا بلا اختلاف جائز ہے۔ کیونکہ ان سے استدلال کرنا اصل نصوص سے استدلال کرنے کے مترادف ہے۔ مگر اس کے برعکس ایسے قواعد جو فقہاء کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہوں اور انہوں نے فقہی جزئیات میں استقراء کے بعد بطور نتیجہ بیان کئے ہوں ان کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کا موقف یہ ہے کہ ایسے قواعد بطور شاہد پیش کئے جا سکتے ہیں مگر کسی حکم فقہی کے استخراج میں ان پر اعتماد کرنا درست نہیں۔ ان کا کہنا ہے "اِنَّ اِسْتِخْرَاجَ الْحُكْمِ مِنَ الْقَاعِدَةِ مَنْهَجٌ غَيْرُ سَلِيْمٍ" (قواعد سے حکم کا اخراج کرنا درست راستہ نہیں)۔

مگر ان کے برعکس ابن فرحون نے ابن بشیر کی سوانح حیات میں لکھا ہے۔ "كَانَ اِبْنُ بَشِيْرٍ يَسْتَنْبِطُ اَحْكَامَ الْفُرُوْعِ مِنْ قَوَاعِدِ اُصُوْلِ الْفِقْهِ وَعَلٰى هٰذَا فِىْ كِتَابِهِ اَلتَّنْبِيْهِ"

ابن بشیر فروعی احکام قواعد اصول فقہ سے مستنبط کرتے تھے اور انہوں نے یہی طریقہ اپنی کتاب التنبیہ میں اپنایا ہے)۔ اسی جانب شیخ تقی الدین ابن دقیق العید کا رجحان بھی ہے۔

مذکورہ عبارت میں قواعد اصول فقہ سے مراد قواعد فقہیہ ہیں کیونکہ قواعد اصول سے استخراج احکام کا مسئلہ کسی بھی دور میں محققین کے درمیان سبب اختلاف نہیں بنا جیسا کہ "الدیباج: ۸۷" میں ہے:

☆ اترکوا قولی بخبر الرسول ﷺ ☆ حدیث شریف کے مقابل میرے قول کو چھوڑ دو (ابوحنیفہ) ☆

"یُشِیْرُ ابْنُ فَرْحُوْنِ بِالْقَوَاعِدِ الْاُصُوْلِیَّۃِ اِلَی الْقَوَاعِدِ الْفِقْھِیَّۃِ اِذْ ھِیَ مَحَلُّ الْخِلَافِ اَمَّا الْقَوَاعِدُ الْاُصُوْلِیَّۃُ فَمُتَّفَقٌ عَلٰی جَوَازِ اِسْتِخْرَاجِ الْحُکْمِ مِنْھَا وَاِطْلَاقُ الْقَوَاعِدِ الْاُصُوْلِیَّۃِ عَلَی الْقَوَاعِدِ الْفِقْھِیَّۃِ اَمْرٌ شَائِعٌ فِیْ ذَالِکَ الْعَصْرِ"

علامہ شہاب الدین قرافی فرماتے ہیں کہ اگر قاضی کا فیصلہ ایسے قواعد فقہیہ کے خلاف ہو جو ہر قسم کے معارض سے محفوظ و مامون ہوں تو وہ فیصلہ قابل عمل نہیں ہوگا جیسا کہ اگر قاضی نے مسئلہ سریجیہ میں طلاق واقع ہونے کا حکم دیا تو وہ قبول نہیں ہوگا کیونکہ قاضی کا یہ فیصلہ اس معروف قاعدہ کے خلاف ہے۔

"ان من شرط الشرط امکان اجتماعه مع المشروط"

(بے شک شرط کیلئے شرط ہے کہ مشروط کے ساتھ اس کا اجتماع ممکن ہو)۔

اور مسئلہ سریجیہ میں شرط مشروط کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی، مسئلہ سریجیہ یہ ہے کہ اگر مرد بیوی سے کہے۔

"اِنْ طَلَّقْتُکِ فَاَنْتِ طَالِقٌ قَبْلَہٗ ثَلَاثًا"

اگر میں تجھے طلاق دوں تو تجھے اس سے قبل تین طلاق۔

تو اس سے متعلق ابو العباس احمد ابن عمر بن شریح الشافعی متوفی ۳۰۶ھ نے فتویٰ دیا کہ طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ اس میں شرط مشروط کیساتھ جمع نہیں ہوسکتی کیونکہ پہلی تین طلاقیں بعد والی طلاق واقع ہونے کے مانع ہیں۔ (ایضاح المسالک، ص ۴۰۷)

حجیت قواعد کی بحث میں شہاب الدین قرافی کی رائے ہی زیادہ موزوں ہے۔

قواعد فقہیہ کی تاریخ:

تاریخ فقہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قواعد کی فکر اور سوچ دوسری صدی ہجری میں ظاہر ہو چکی تھی اس پر بطور استشہاد امام کسائی اور امام محمد بن حسن شیبانی کا واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے جو اس صدی کے علماء کی زبانوں پر عام تھا۔ تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ ایک دفعہ نحو کے مشہور امام علی بن حمزہ المعروف امام کسائی متوفی ۱۸۹ھ نے امام فقہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی شاگرد رشید حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا:

"لَا اُسْئَلُ عَنْ مَسْئَلَۃٍ فِی الْفِقْهِ اِلَّا اَجَبْتُ عَنْھَا مِنْ قَوَاعِدِ النَّحْوِ"

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابو زرعہ)

(مجھ سے کسی فقہی مسئلہ کے بارے سوال کیا جائے تو میں اس کا جواب قواعد نحو سے دوں گا)

تو پھر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا:

"فما تقول فیمن سهافی سجود السهو هل یسجد؟"

(آپ کیا کہتے ہیں ایسے آدمی کے بارے جو سجدہ سہو میں بھول گیا کیا وہ پھر سجدہ سہو کرے گا؟)

تو جواب میں امام کسائی نے کہا: "لا" نہیں۔

"لِأنَّ الْمُصَغَّرَ لا یُصَغَّرُ"

(کیونکہ مصغر کا پھر مصغر نہیں بنایا جا سکتا)

اس واقعہ سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ ائمہ کرام قواعد اور ان سے احکام فقہیہ کے استخراج کی معرفت رکھتے تھے۔ مذکورہ واقعہ میں بھی امام کسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکم ایک قاعدہ سے ہی استخراج کیا ہے۔

متقدمین فقہاء کی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد قواعد ان کے درمیان متداول تھے، جیسا کہ "مدونہ" میں ہے کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت یحییٰ بن سعید کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

"لا بأس بالصلوٰة علی الصفا والسبخة ولا بأس بالتیمم بهما اذا لم یجد ترابا وهو بمنزلة التراب (قال یحی): ما حال بینک وبین الارض فهو منها."

(پتھر اور شور پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور ان سے تیمم کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں جب آدمی مٹی نہ پائے تو یہی مٹی کے قائم مقام ہوں گے۔ (یحییٰ نے کہا) جو کچھ تیرے اور زمین کے درمیان حائل ہے وہ زمین میں سے ہے)۔

اسی طرح حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "کتاب الام" میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"وَلا یُسْتَنْجی بِرَوْثَةٍ لِلْخَبَرِ فَاِنَّهَا مِنَ الْاَنْجَاسِ لِاَنَّهَا رَجِیْعٌ

وَكَذٰلِکَ كُلُّ رَجِيْعٍ نَجَسٌ"

(حدیث طیبہ ہونے کے سبب گوبر سے استنجا نہیں کیا جائے گا۔ بے شک وہ انجاس میں سے ہے کیونکہ وہ رجیع (پیشاب) ہے اور ہر رجیع نجس ہوتا ہے)

حضرت امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ مندرجہ ذیل قواعد حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے وضع کردہ قواعد میں سے ہیں۔

"لَا يُنْسَبُ اِلٰى سَاكِتٍ قَوْلٌ"

(خاموش کی جانب قول منسوب نہیں کیا جائے گا)

"تَصَرُّفُ الْاِمَامِ عَلَى الرَّعِيَّةِ مَنُوْطٌ بِالْمَصْلِحَةِ"

(رعیت پر امام کا اختیار مصلحت کے سبب ہوتا ہے)۔

مذکورہ بحث سے یہ معلوم ہوا کہ اس دور میں قواعد موجود ضرور تھے مگر ان پر منفرد کوئی تصنیف موجود نہیں تھی۔

قواعد کی تدوین:

سب سے اول قواعد فقہیہ کی تدوین کا سہرا حضرت ابوالحسن عبیداللہ بن الحسین الکرخی متوفی ۳۴۰ھ کے سر ہے آپ کی کتاب "اصول الکرخی" کے نام سے مشہور ومعروف ہے آپ نے اس میں قواعد فقہیہ کا عظیم مجموعہ ذکر کیا ہے، ان میں سے چند قواعد درج ذیل ہیں۔

"الاصل ان یثبت الشیء تبعا وحکما وان کان قد یبطل قصدا"

"الاصل أن ما ثبت بالیقین لا یزول بالشک" "الاصل ان امور المسلمین محمولة علی السداد والصلاح حتی یظهر غیره"

ان کے بعد محمد بن حارث بن اسد الخشنی متوفی ۳۶۲ھ اصول الفتیا" تحریر کی اور اس میں بعض قواعد فقہیہ تحریر کئے ان میں سے ایک یہ ہے۔

"الأمناء مصدقون علی ما فی ایدیهم"

(کلیات ابن غازی، ج:۱، ص ۱۸۱، ۱۸۲)

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں: فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

کتب قواعد فقہیہ: ''کتب حنفیہ'':

(۱) ''اصول الکرخی'' یہ کتاب ابوالحسن عبیداللہ بن الحسین الکرخی متوفی ۳۴۰ھ نے تصنیف کی اور اس میں انتالیس ۳۹ قواعد فقہیہ و اصولیہ تحریر کئے اس کی شرح امام ابوحفص عمر بن محمد النسفی متوفی ۵۳۷ھ نے لکھی اور ہر قاعدہ کے تحت مسائل تحریر کئے۔

(۲) ''تاسیس النظر'' یہ کتاب عبیداللہ بن عمر دبوسی حنفی متوفی ۴۳۰ھ نے تحریر کی۔

(۳) ''الاشباہ والنظائر'' اسے زین العابدین ابراہیم بن نجیم متوفی ۹۷۰ھ نے تالیف کیا۔

(۴) ''مجامع الحقائق'' یہ کتاب محمد بن سعید الخادمی متوفی ۱۱۷۶ھ نے لکھی اس میں ایک سو چون قواعد فقہیہ درج کئے گئے ہیں اور پھر مؤلف نے بذات خود اس کی شرح ''منافع الدقائق فی شرح مجامع الحقائق'' کے نام سے تحریر کی۔

(۵) ''مجلہ الاحکام العدلیہ'' اسے سلطنت عثمانیہ کی علماء کونسل نے مرتب کیا اور اس کے مقدمہ میں ننانوے قواعد فقہیہ درج کئے۔

(۶) ''الفوائد البھیہ فی القواعد الفقھیہ'' یہ کتاب مفتی دمشق سید محمود آفندی متوفی ۱۳۰۵ھ نے تالیف کی۔

(۲) ''کتب مالکیہ'':

(۱) ''اصول الفتیا'' یہ کتاب محمد بن حارث بن اسد الخشنی متوفی ۳۶۲ھ نے تحریر کی اور اسے ابواب فقہ کی ترتیب پر مرتب کیا۔

(۲) ''انوار البروق فی انواء الفروق'' یہ کتاب شہاب الدین احمد بن ادریس القرافی متوفی ۶۸۴ھ نے تصنیف کی حلقہ علماء میں یہ کتاب فروق القرافی کے نام سے مشہور ہے۔

(۳) ''تہذیب الفروق والقواعد السنیة فی الاسرار الفقہیة'' یہ کتاب محمد علی بن حسین مالکی مفتی مکۃ المکرمہ متوفی ۱۳۶۷ھ نے لکھی اس میں مؤلف نے فروق القرافی کو تہذیب و تزئین کے ساتھ بیان کیا ہے۔

(۴) ''المنہج المنتخب علی قواعد المذہب'' یہ کتاب ابوالحسن علی بن قاسم الزقاق متوفی ۹۱۲ھ کی تالیف ہے۔

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

(۵) "ایضاح المسالک الی قواعد الامام مالک" یہ کتاب احمد بن یحییٰ الونشریسی متوفی ۹۱۴ھ نے تالیف کی اس میں ایک سو آٹھ قواعد درج ہیں۔

(۶) "المجاز الواضح" یہ کتاب محمد یحییٰ بن محمد المختار بن طالب عبداللہ حوضی ثم الولائی نے نظم کی صورت میں تحریر کی اور پھر اس کی شرح "الدلیل الماہر الناصح" کے نام سے لکھی۔

(۳) "کتب شافعیہ":

(۱) "قواعد الاحکام فی مصالح الانام" یہ کتاب عزالدین بن عبدالعزیز بن عبدالسلام متوفی ۶۶۰ھ نے تحریر کی۔

(۲) "الاشباہ والنظائر" یہ کتاب صدرالدین محمد بن عمر بن وکیل ابی عبداللہ متوفی ۷۱۶ھ کی تالیف ہے۔

(۳) "الاشباہ والنظائر" اسے تاج الدین عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی سبکی متوفی ۷۷۱ھ نے تحریر کیا۔ یہ کتاب مقدمہ، آٹھ ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے اس کے تیسرے باب میں ایک سو پچاس قواعد درج ہیں۔

(۴) "المنثور فی القواعد" یہ کتاب بدرالدین محمد بن بہادر شافعی زرکشی متوفی ۷۹۴ھ نے لکھی ہے۔

(۵) "الاشباہ والنظائر فی قواعد وفروع الشافعیہ" یہ کتاب امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی رحمہ اللہ متوفی ۹۱۱ھ نے تالیف کی۔

(۴) "کتب حنابلہ":

(۱) "القواعد النورانیة" یہ کتاب احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ نے تالیف کی یہ کتاب عبادات اور معاملات کے مختلف فیہ مسائل پر مشتمل ہے۔

(۲) "القواعد" یہ کتاب عبدالرحمٰن بن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ نے لکھی اس میں ایک سو ستر قواعد درج ہیں اور تمام فقہ حنبلی کے موافق ہیں۔

(۳) "مغنی ذوالافہام عن الکتب الکثیرة فی الاحکام" یہ کتاب یوسف بن عبدالہادی مقدسی حنبلی متوفی ۹۰۹ھ نے لکھی اس کے آخر میں چوہتر (۷۴) قواعد فقہیہ تحریر کئے گئے ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا